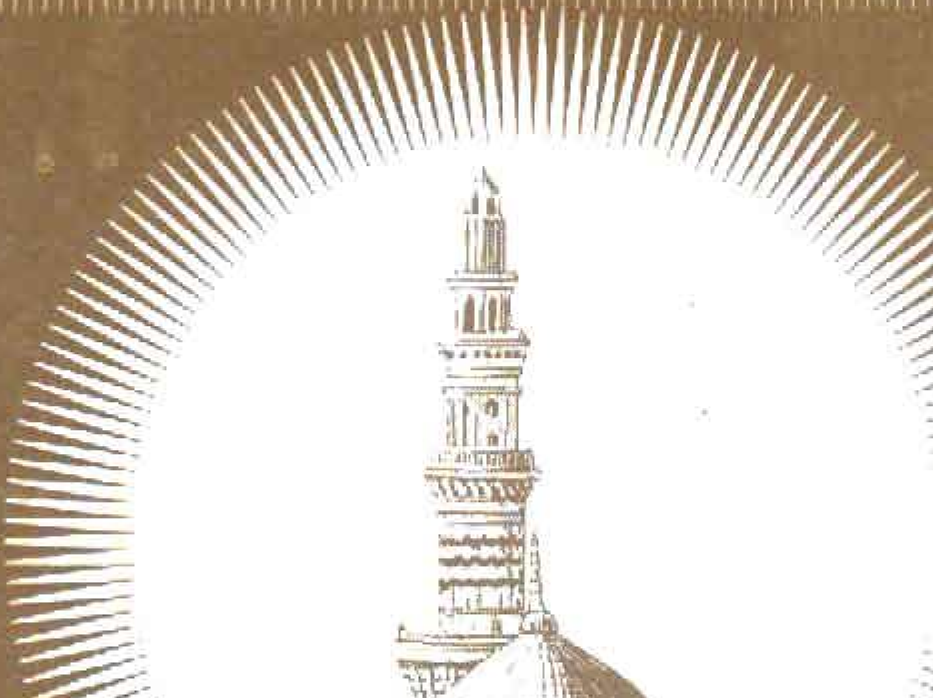
مطالعہ حدیث کورس

ایمانیات (الف)



2

دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی

مطالعہ حدیث - (خط و کتابت کورس)

یونٹ (2) ایمانیات (الف)

۱۔ توحید

۲۔ رسالت

شعبہ اسلامی خط و کتابت کورسز
دعوۃ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی
پوسٹ بکس نمبر 1485 اسلام آباد
فون: 9261751-54
فیکس: 261648, 250821
ای میل: dawah@isb.compol.com

نام کورس	....	مطالعہ حدیث
یونٹ نمبر	....	2
مؤلف	....	مولانا حبیب الرحمان
ناشر	....	دعوۃ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، پاکستان
مطبع	....	ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد
سن اشاعت	....	۲۰۰۰ء

فہرست مضامین

صفحہ نمبر	مضامین
۷	یونٹ کا تعارف
۸	آیات قرآنی :
۸	اللہ تعالیٰ کی ہستی کا اعتراف انسانی فطرت کی آواز ہے
۹	شرک نا قابل معافی جرم ہے
۱۰	احادیث نبوی :
۱۰	صرف وہی عمل قابل قبول ہے جو اللہ کے لیے ہو
۱۱	ایمان اور اسلام
۱۴	اسلام کی بنیاد عقیدہ توحید پر ہے
۱۶	حقیقت توحید جاننے کے لیے فطرت سلیم کے ساتھ وحی کی رہنمائی ناگزیر ہے
۱۷	توحید اور اس کے تقاضے پورا کرنے پر جنت کی خوشخبری ہے
۱۸	توحید ایک سچا وفادار مومن بناتی ہے
۱۸	دین پر استقامت
۱۹	شرک سب سے بڑا گناہ ہے
۲۰	قبر پرستی
۲۱	علماء اور درویشوں کو رب بنانا
۲۲	اللہ تعالیٰ کی صفات اور توحید
۲۳	مشرک کا انجام
۲۵	خلاصہ
	توحید کیا ہے' شرک کیا ہے

شرک کی چار اقسام : ۲۵

۱۔ ذات میں شرک ۲۔ صفات میں شرک

۳۔ اختیارات میں شرک ۴۔ حقوق میں شرک

شرک کا مطلب اللہ تعالیٰ کی ہستی کا انکار نہیں ہے ۲۶

رسالت ۲۸

آیات قرآنی : ۲۸

احادیث نبوی : ۲۹

نبی ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے ۳۰

ایمان کی حلاوت اور لذت ۳۱

نبی ﷺ اور آپؐ کے دین کی مثال ۳۱

ایمان اور رسول سے محبت ۳۲

جو نبی اکرمؐ کی نافرمانی کرتا ہے وہ گویا آپؐ کا انکار کرتا ہے ۳۳

نبی اکرمؐ کی انسانیت سے محبت اور خیر خواہی ۳۶

نبی ﷺ سے کس قدر محبت ہونی چاہیے ۳۷

خلاصہ ۳۸

نبوت کی ضرورت' نبوت ورسالت کی شرعی حقیقت

پیغمبر پر ایمان اور اس کی اطاعت' تمام انبیاء کے برحق ہونے پر ایمان'

انبیاء کی مشترک دعوت اور ان کی تعلیمات کے ساتھ ان کے پیروکاروں کا رویہ'

حضرت محمد ﷺ کی دعوت اور تعلیمات کا امتیازی مقام' اتباع واطاعت رسول'

نبی اکرم ﷺ کی اطاعت خدا کے حکم کی اطاعت ہے' قرآن مجید کی عملی تشریح'

قرآن مجید کی قولی تشریح' تعلیم حکمت' اتباع واطاعت رسول' ختم نبوت

فہرست مراجع ۴۳

پیش لفظ

انیسویں اور بیسویں صدی میں غیر مسلم اور مسلم مستشرقین کے ذہن جن بنیادی مسائل کے حل میں مصروف رہے ان میں حدیث کی تاریخی اور تشریعی حیثیت بنیادی اہمیت رکھتے ہیں۔ ان کی یہ دلچسپی ایک لحاظ سے ان کے پیش رو مستشرقین کی سرگرمیوں میں اضافہ کی حیثیت رکھتی ہے۔ اب تحقیق کا موضوع سابقہ محققین کی طرح شخصیت اور ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عائلی زندگی، غزوات اور سیاسی اصلاحات کے بارے میں سوالات اٹھانا اور شکوک و شبہات کو پیدا کرنا نہ رہا بلکہ اب خود حدیث، اس کی جمع و تدوین، اس کی ثقاہت اور تاریخی و تشریعی حیثیت کو بنیادی موضوع بنایا گیا چنانچہ Goldzeha، Guillau me اور sehacht نے دین اسلام کے دو بنیادی ماخذ میں سے ایک کو موضوع تحقیق بناتے ہوئے مغربی ذرائع علم اور اپنے زیر تربیت مسلم محققین کو بڑی حد تک یہ بات باور کرادی کہ حدیث کی حیثیت ایک غیر معتبر تاریخی بلکہ قیاسی بیان کی سی ہے، اس میں مختلف محرکات کے سبب تعریفی و توصیفی بیانات کو شامل کر لیا گیا ہے اور بہت سی گردش کرنے والی افواہوں کو جگہ دے دی گئی ہے۔ ان انتہا پسندانہ تصورات کے ساتھ ساتھ یہ اہتمام بھی کیا گیا کہ بعض اصطلاحات حدیث (مثلاً صحیح، حسن، ضعیف) کا اس طرح ترجمہ کر کے پیش کیا گیا جس سے تاثر بنے کہ احادیث کے مجموعوں میں گویا ہر قسم کی سنی سنائی کہانیاں اور قصے شامل ہیں۔

ان تمام غلط فہمیوں اور بعض اوقات شعوری طور پر گمراہ کرنے کی ان کوششوں سے یہ نتیجہ نکالنا مقصود تھا کہ دینی علوم سے غیر متعارف ذہن اس نہج پر سوچنا شروع کر دیں کہ ایک مسلمان کے لیے زیادہ محفوظ یہی ہے کہ وہ قرآن کریم پر اکتفا کر لے اور حدیث کے معاملہ میں پڑ کر بلاوجہ اپنے آپ کو پریشان نہ کرے۔ اسی گمراہ کن طرز عمل کے نتیجہ میں بعض حضرات اپنے آپ کو اہل قرآن کہنے لگے۔

ہمارے خیال میں یہ دین اسلام کی بنیادوں کو نقصان پہنچانے کی ایک سوچی سمجھی حکمت عملی تھی۔ اس غلط فکر کی اصلاح الحمد للہ امت مسلمہ کے اہل علم نے بروقت کی اور اعلیٰ تحقیقی و علمی سطح پر ان شکوک و شبہات کا مدلل، تاریخی اور عقلی جواب فراہم کیا۔

دعوۃ اکیڈمی کی جانب سے مطالعہ حدیث کورس ایک ایسی طالب علمانہ کوشش ہے جس میں مستند اور تحقیقی مواد کو سادہ اور مختصر انداز سے ۲۴ دروس (Units) میں مرتب کیا گیا ہے اس میں جن موضوعات سے بحث کی گئی ہے ان میں :

مفہوم و معنی	مصطلحات
تاریخ و تدوین	عقائد
ارکان اسلام	اخلاقی تعلیمات

وغیرہ شامل ہیں۔

ہماری کوشش ہے کہ ان دروس کے ذریعے سے زیادہ سے زیادہ افراد تک پہنچ سکیں اور مستند اسلامی مآخذ کی مدد سے ان شکوک و شبہات کا ازالہ کریں جو بعض مستشرقین نے پھیلائے ہیں اور علوم حدیث، یا حدیث کے بارے میں مثبت اور مصدقہ معلومات ان طالبان علم تک پہنچائیں جو باقاعدہ دینی مدارس و جامعات میں حدیث کے موضوع پر تعلیم و تحقیق کے لیے وقت نہیں نکال سکتے۔

ان دروس کو معروف و مستند عالم دین مولانا حبیب الرحمٰن ریسرچ فیلو، شریعہ اکیڈمی اسلام آباد نے تحریر کیا ہے۔ تمام دروس پر دعوۃ اکیڈمی کے محققین مولانا رضا احمد صاحب اور مولانا محمد احمد زبیری صاحب نے دیدہ ریزی کے ساتھ نظر ثانی کی ہے اور ان کی اردو ادارت کے فرائض دعوۃ کے ایڈیٹر جناب محمد شاہد رفیع نے انجام دیئے ہیں۔ ان دروس کی تیاری میں شعبہ تحقیق کے سربراہ ڈاکٹر محمد جنید ندوی صاحب کی شبانہ روز محنت یقیناً لائق تحسین ہے۔ ہمیں امید ہے کہ دعوت دین کی یہ کوشش بارگاہ الٰہی میں مقبول ہو گی اور دین کی تعلیم کے فہم میں آسانی پیدا کرے گی۔

ان دروس میں جن موضوعات سے بحث کی گئی ہے ان پر متعلقہ حوالے بھی درج کر دیئے گئے ہیں تاکہ طالبان علم براہ راست ان مصادر کا مطالعہ بھی کر سکیں۔ ہر یونٹ کے ساتھ سوالات بھی درج ہیں جن کے جوابات کو جانچنے کے بعد دعوۃ اکیڈمی کورس مکمل کرنے والوں کو سرٹیفکیٹ جاری کرے گی۔ اس سلسلہ میں آپ کے مشورے اور تنقید و تبصروں سے ہمیں ان اسباق کو مزید بہتر بنانے میں غیر معمولی امداد ملے گی اس لیے بلا تکلف اپنی رائے، تنقید و مشورے سے ہمیں مطلع کریں۔

پروفیسر ڈاکٹر انیس احمد
ڈائریکٹر جنرل
دعوۃ اکیڈمی

تعارف

مطالعہ حدیث کورس کا یہ دوسرا یونٹ دین اسلام کے دو بنیادی عقائد ''توحید و رسالت'' کے بیان پر مشتمل ہے۔ توحید اور رسالت دین اسلام کے بنیادی عقائد ہیں۔ کلمہ ''لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' دین اسلام کی بنیاد ہے۔ اس کلمہ میں دین اسلام کے دونوں بنیادی عقائد (توحید اور رسالت) کا ذکر ہے۔ یہی کلمہ ایک مسلم کو کافر، مشرک اور دہریے سے الگ کرتا ہے۔ اگر اس کلمہ کی حقیقت کو سمجھ لیا جائے تو یہ انسان کی پوری زندگی کا نقشہ ہی بدل دیتا ہے۔

اس یونٹ کے دو حصے ہیں۔ پہلا حصہ عقیدۂ توحید اور دوسرا عقیدۂ رسالت کے بیان پر مشتمل ہے۔

پہلے حصے میں توحید و شرک کی حقیقت، توحید کے عملی زندگی پر اثرات، شرک کی اقسام اور اس کی قباحتوں اور اس کی مختلف صورتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ پہلے حصہ کے اختتام پر ایک خلاصہ ہے جس میں توحید اور شرک کے بارے میں ضروری اور اہم مباحث کو مختصراً بیان کیا گیا ہے۔

دوسرے حصے میں رسالت کی اہمیت و ضرورت پر روشنی ڈالی گئی ہے اور حضرت محمد ﷺ کی رسالت و نبوت پر ایمان کے تقاضوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

عقیدہ توحید پر ایمان اور اس کے تقاضوں پر عمل کے نتیجہ میں ایک مسلمان کے اخلاق میں تقویٰ، حق شناسی اور راست بازی پیدا ہوتی ہے اور اس کا اخلاق و کردار اتنا مضبوط ہو جاتا ہے کہ وہ حق و صداقت کو ہر چیز سے عزیز رکھتا ہے۔ وہ اپنے سر کو باطل کے سامنے کبھی نہیں جھکاتا، اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے آگے وہ ہاتھ نہیں پھیلاتا، اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کا خوف نہیں ہوتا۔ یہی عقیدہ مومن کی قوت و طاقت کا منبع اور مرکز ہے۔ چونکہ اللہ تعالیٰ نے بندوں تک اپنا پیغام انبیاء علیہم السلام کے ذریعہ پہنچانے کا اہتمام کیا، اس لیے انبیاء علیہم السلام کو اللہ تعالیٰ کا سچا پیغمبر ماننا، ان کی اطاعت کرنا اور ان کے طریقہ کی پیروی کرنا ضروری ہے۔ اس یونٹ کے مطالعہ سے ان شاء اللہ آپ کو مذکورہ مباحث کو سمجھنے میں مدد ملے گی۔

اللہ تعالیٰ کی ہستی کا اعتراف انسانی فطرت کی آواز ہے

آیات قرانی :

قال اللہ تبارك و تعالیٰ:

۱۔ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ۖ قَالُوْا بَلٰی ۛ شَهِدْنَا ۛ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِیْنَ ۝ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّیَّةً مِّنْ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝ (الاعراف ۷: ۱۷۳)

اور اے نبیؐ لوگوں کو یاد دلاؤ وہ وقت جبکہ تمھارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی نسل کو نکالا تھا اور انہیں خود ان کے اوپر گواہ بناتے ہوئے پوچھا تھا "کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ انہوں نے کہا "ضرور آپ ہی ہمارے رب ہیں' ہم اس پر گواہی دیتے ہیں۔" یہ ہم نے اس لئے کیا کہ کہیں تم قیامت کے روز یہ نہ کہہ دو کہ "ہم تو اس بات سے بے خبر تھے" یا یہ نہ کہنے لگو کہ شرک کی ابتداء تو ہمارے باپ دادا نے ہم سے پہلی کی تھی اور ہم بعد میں ان کی نسل سے پیدا ہوئے' پھر کیا آپ ہمیں اس قصور میں پکڑتے ہیں جو غلط کار لوگوں نے کیا تھا؟

۲۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ۝ اللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُولَدْ ۝ وَلَمْ یَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ۔

(الاخلاص : ۱۱۲)

کہو' وہ اللہ ہے یکتا۔ اللہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں' نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد اور کوئی اس کا ہمسر نہیں ہے۔

شرک نا قابل معافی جرم ہے :

۳. اِنَّ اللّٰہَ لَایَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَیَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ یَّشَآءُ ج وَمَنْ یُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰی اِثْمًا عَظِیْمًا ○ (النسآء ۴ : ۴۸)

اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا اس کے ماسوا دوسرے جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے' اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو شریک ٹھہرایا اس نے تو بہت ہی بڑا جھوٹ تصنیف کیا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی۔

احادیث نبوی

صرف وہی عمل قابل قبول ہے جو اللہ کے لیے ہو :

۱۔ **عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ قال سمعت رسول اللہ ﷺ یقول انما الاعمال بالنیات وانما لامرء ما نوی فمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا او امرءۃ یتزوجھا فھجرتہ الی ما ھاجر الیہ .** (صحیح بخاری : باب بدء الوحی)

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا آپ فرماتے تھے کہ "سب انسانی اعمال کا دارومدار بس نیتوں پر ہے اور آدمی کو اس کی نیت ہی کے مطابق پھل ملتا ہے' تو جس شخص نے اللہ اور رسول کی طرف ہجرت کی (اور خدا اور رسول کی رضاجوئی واطاعت کے سوا اس کی ہجرت کا اور کوئی باعث نہ تھا) تو اس کی ہجرت در حقیقت اللہ اور رسول ہی کی طرف ہوئی' (اور بیشک وہ اللہ و رسول کا سچا مہاجر ہے اور اس کی اس ہجرت الی اللہ والرسول کا مقرر اجر ملے گا) اور جو کسی دنیاوی غرض کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کی خاطر مہاجر بنا تو (اس کی ہجرت اللہ و رسول کے لیے نہ ہو گی' بلکہ) فی الواقع جس دوسری غرض اور نیت سے اس نے ہجرت اختیار کی ہے عند اللہ بس اسی کی طرف اس کی ہجرت مانی جائے گی"۔

مفہوم :

۱۔ یہ حدیث ان "جوامع الکلم" میں سے یعنی رسول اللہ ﷺ کے ان مختصر' مگر جامع اور وسیع المعنی ارشادات میں سے ہے جو مختصر ہونے کے باوجود دین کے ایک بڑے اہم حصہ کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے اور یہ "دریا بکوزہ" کی مصداق ہے' یہاں تک کہ بعض آئمہ نے کہا ہے کہ "اسلام" کا ایک تہائی حصہ اس حدیث میں آگیا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ عمل کے ساتھ نیت کا اور ظاہر کے ساتھ باطن کا بھی دیکھنے والا ہے' اس کے یہاں ہر عمل کی قدر و قیمت عمل کرنے والے کی نیت کے حساب سے لگائی جائے گی۔

۳۔ اللہ کے ہاں وہی عمل کام آئے گا جو صالح نیت سے یعنی محض رضاء الٰہی کے لیے کیا گیا ہو' دین کی خاص اصطلاح میں اسی کا نام اخلاص ہے۔

ایمان اور اسلام :

عن ابی ھریرۃؓ قال :کان رسول ﷺ یوماً بارزاً للناس فاتاہ رجل فقال: یا رسول اللہ ماالایمان؟ قال ان تؤمن باللہ و ملائکتہ و کتابہ و لقائہ ورسلہ وتؤ من بالبعث الآخر' قال یا رسول اللہ ما الاسلام؟ قال الاسلام ان تعبداللہ ولا تشرک بہ شیئا وتقیم الصلٰوۃ المکتوبۃ وتؤدی الزکوٰۃ المفروضۃ وتصوم رمضان .... (الی اخر الحدیث) (صحیح مسلم' کتاب الایمان)

ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ ایک دن لوگوں کے سامنے تشریف فرما تھے' اس دوران ایک شخص آیا اور اس نے کہا: اے اللہ کے رسولؐ! ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ایمان یہ ہے کہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کی ہستی کا اقرار کرے' اس کی کتاب کو (قیامت کے روز) اس کی ملاقات کو اور اس کے رسولوں کو برحق تسلیم کرے اور آخرت کے دن جی اٹھنے کا اعتقاد رکھے' اس نے پھر کہا: اے اللہ کے رسولؐ! اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اللہ تعالیٰ کی بندگی کرے اور کسی چیز کو اس کا شریک نہ بنائے' فرض نماز ادا کرے' زکوۃ دے اور رمضان کے روزے رکھے۔

مفہوم :

۱۔ یہ ایک طویل حدیث کا حصہ ہے جو حدیثِ جبریل کے نام سے مشہور ہے۔

۲۔ حضرت جبریلؑ ایک مرتبہ انسانی صورت میں رسول اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ سے اسلام' ایمان' احسان اور قیامت کے متعلق سوالات کیے۔ سوالات کا مقصد لوگوں کو دینِ اسلام کی تعلیم دینا تھا۔

۳۔ ایمان کا اصل معنی کسی کی بات پر اعتماد کرنا' یقین کرنا اور کسی کی بات کو ماننا ہے اور ایمان کی اصل روح یہی ایمان ویقین ہے۔ اصطلاح شرع میں خبر رسول کو' رسول کے اعتماد پر یقینی طور پر مان لینے کا نام ایمان ہے۔ مومن ہونے کے لیے ضروری ہے کہ آدمی ان تمام باتوں کو حق مان کر قبول کرے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے

رسولوں کے ذریعہ آتی ہیں۔ سورۃ البقرہ کے آغاز میں ایمان مجمل کا بیان ہے اور اس سورۃ کی آخری آیت میں ایمان مفصل کا۔

۴۔ حدیث میں ایمان کی حقیقت اور اس کا مفہوم نہیں بیان کیا گیا ہے بلکہ اس کے متعلقات اور لوازمات بیان کیے گئے ہیں۔

۵۔ قرآن و حدیث میں جہاں کہیں ایمان اور اسلام کا یکجا ذکر کیا گیا ہے وہاں ایمان سے یقین اور قلبی تصدیق اور اسلام سے توحید و رسالت کا اقرار اور ظاہری مراسم عبودیت کی پابندی مراد ہے، جیسا کہ مذکورہ حدیث میں ہے۔

۲۔ عن ابن عمر قال قال رسول اللهﷺ: بنی الاسلام علی خمس شهادة ان لا اله الا الله وان محمد عبده ورسوله واقام الصلوة وایتاء الزکواة والحج وصوم رمضان. (صحیح مسلم: کتاب الایمان)

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "اسلام کی بنیاد پانچ ستونوں پر قائم کی گئی ہے، ایک اس حقیقت کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں، (کوئی عبادت اور بندگی کے لائق نہیں) اور محمدؐ اس کے بندے اور اس کے رسول ہیں۔ دوسرے نماز قائم کرنا۔ تیسرے زکواۃ ادا کرنا۔ چوتھے حج کرنا۔ پانچویں رمضان کے روزے رکھنا۔"

مفہوم:

۱۔ اسلام کے اصل معنی ہیں اپنے کو کسی کے سپرد کر دینا، اور بالکل اسی کے تابع فرمان ہو جانا۔ اللہ کے بھیجے ہوئے اور اس کے رسولوں کے لائے ہوئے "دین" کا نام اسلام اسی لیے ہے کہ اس میں بندہ اپنے آپ کو بالکل مولا کے سپرد کر دیتا ہے اور اس کی مکمل اطاعت کو اپنا دستور زندگی قرار دے لیتا ہے اور یہی ہے اصل حقیقت "دین اسلام" کی، اور اسی کا مطالبہ ہم سے فرمایا گیا "**والهکم اله واحد فله اسلموا**" (حج ع ۵) "تمہارا اللہ وہی الٰہ واحد ہے لہٰذا تم اسی کے مسلم" یعنی مطیع ہو جاؤ"۔

۲۔ انبیاء علیہم السلام کی لائی ہوئی شریعتوں میں اس "اسلام" کے لیے کچھ مخصوص ارکان بھی ہوتے ہیں جن کی حیثیت اس "حقیقت اسلام" کے "پیکر محسوس" کی سی ہوتی ہے اور اس حقیقت کا نشوونما اور اس

کی تازگی بھی انہی سے ہوتی ہے۔

۳۔ خاتم الانبیاء حضرت محمد ﷺ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے "اسلام" کا جو آخری اور مکمل دستور ہمارے پاس آیا ہے' اس میں توحید خداوندی اور رسالتِ محمدی کی شہادت' نماز' زکوۃ' روزہ اور حج بیت اللہ کو ارکان اسلام قرار دیا گیا ہے۔

۴۔ واضح رہے کہ اسلام کے فرائض ان ارکان خمسہ ہی میں منحصر نہیں ہیں' بلکہ ان کے علاوہ اور بھی ہیں مثلا جہاد فی سبیل اللہ' امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ لیکن جو اہمیت اور جو خصوصیت ان پانچ کو حاصل ہے' وہ چونکہ اوروں میں نہیں ہے' اس لیے اسلام کا رکن صرف ان ہی کو قرار دیا گیا ہے۔

۳ عن زید بن ارقم رضی اللہ عنه قال :قال رسول اللہ ﷺ من قال لا اله الا اللہ مخلصا دخل الجنة قیل و ما اخلاصها؟ قال ان تحجزه عن محارم اللہ (ترغیب و ترهیب) وفی حدیث رفاعة الجهنی عند احمد. لا یموت عبد یشهد ان لا اله الا اللہ وانی رسول اللہ صدقا من قلبه ثم یسدد الا سلك فی الجنة.وفی روایة عند الترمذی ماجتنبت الکبائر. (مسند احمد: مرویات رفاعة الجهنی)

حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "جو شخص اخلاص کے ساتھ "لا الہ الا اللہ" کہے وہ جنت میں داخل ہوگا۔ لوگوں نے پوچھا کہ "اخلاص کا مطلب کیا ہے"؟ آپؐ نے بتایا کہ "اخلاص کا مطلب یہ ہے کہ کلمہ توحید پڑھنے کے بعد وہ شخص اللہ کی تمام حرام کی ہوئی چیزوں سے رک جائے۔" مسند احمد میں رفاعہ جہنی کی جو روایت آئی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔ "جو بندہ صدق دل سے اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اس بات کی گواہی دے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ پھر سیدھے راستے پر چلے تو وہ جنت میں داخل ہوگا۔" اور ترمذی کی ایک روایت میں یہ ہے۔ "جو بندہ کلمہ توحید پڑھے اور پھر گناہِ کبیرہ سے دور رہے تو وہ جنت میں جائے گا۔"

مفہوم :

یہ تینوں روایتیں جو اوپر درج ہوئیں بڑی اہمیت رکھتی ہیں۔ محض "لا الہ الا اللہ" کا زبان سے پڑھ لینا جنت کی ضمانت نہیں ہے' اس کے ساتھ ساتھ خدا اور رسولؐ کی بتائی ہوئی سیدھی راہ پر چلنا اور گناہِ کبیرہ کے قریب نہ

بچنا دخول جنت کے لیے ضروری ہے۔

اسلام کی بنیاد عقیدہ توحید پر ہے :

۴۔ عن معاذ بن جبل قال: بينا أنا رديف النبيﷺ ليس بيني وبينه الا آخرة الرحل فقال يا معاذ قلت: لبيك رسول الله وسعديك ثم سارساعة ثم قال يا معاذ! قلت: لبيك رسول الله وسعديك ثم سارساعة ثم قال يا معاذ بن جبل! قلت لبيك رسول الله وسعديك قال: هل تدرى ماحق الله على عباده؟ قلت الله و رسوله أعلم. قال: حق الله على عباده ان يعبدوه ولايشركوا به شيئاً. ثم سارساعة ثم قال: يا معاذ بن جبل! قلت لبيك رسول الله وسعديك' قال: هل تدرى ماحق العباد على الله اذافعلوه؟ قلت الله و رسوله أعلم' قال: حق العباد على الله أن لا يعذبهم.

(صحیح بخاری کتاب الرقاق . صحیح مسلم کتاب الایمان)

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نبی اکرمﷺ کے پیچھے سوار تھا' میرے اور نبی اکرمﷺ کے درمیان کجاوے کے سوا کوئی چیز حائل نہیں تھی' آپؐ نے فرمایا : اے معاذ! میں نے جواب دیا : اے اللہ کے رسول حاضر ہوں آپﷺ پھر کچھ دیر چلے اور فرمایا : اے معاذ! میں نے کہا : اے اللہ کے رسول حاضر ہوں' پھر کچھ دیر چلے اور فرمایا : اے معاذ! میں نے کہا : اے اللہ کے رسول حاضر ہوں آپﷺ نے فرمایا : جانتے ہو بندوں پر اللہ کا حق کیا ہے ؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ صرف اسی کی بندگی کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں۔ تھوڑی دور آگے چل کر پھر آپؐ نے مجھے آواز دی۔ اے معاذ بن جبل! میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ حاضر ہوں' فرمایا : پھر جانتے ہو بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے جبکہ وہ ایسا کریں ؟ میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسولؐ کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا : ان کا حق یہ ہے کہ اللہ ان کو عذاب نہ دے۔

مفہوم :

۱۔ آپﷺ نے تین مرتبہ پکار کر معاذ بن جبلؓ کو اچھی طرح متوجہ کر لیا تو آپؐ نے ان کو دین کی تعلیم دی۔

۲۔ یہ طریقہ تعلیم، تعلیم میں انسانی نفسیات کے اصولوں کے عین مطابق ہے۔

۳۔ اس حدیث میں آپ ﷺ نے یہ حقیقت واضح فرمائی کہ دین میں اصل اور بنیادی چیز عقیدۂ توحید ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا اصل مقصد انسانوں کو اسی عقیدہ کی تعلیم دینا ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا ہر ایک کی بندگی سے نکال کر صرف اللہ تعالیٰ کا بندہ بنانا۔

۴۔ یہی عقیدہ انسان کے خیالات و افکار' اخلاق اور اعمال میں پاکیزگی پیدا کرتا ہے۔

۵۔ یہی وہ اصل الاصول ہے جس کا اقرار کرنے سے اور جس پر اپنی عملی زندگی استوار کرنے سے انسان کو نجات اور اخروی فلاح حاصل ہوگی۔

۵۔ **عن معاذ بن جبل قال قال رسول اللہ ﷺ :۔۔۔۔۔۔ "ما من عبد یشھد أن لا إلہ الا اللہ وأن محمدًا عبدہ و رسولہ إلا حرّمہ اللہ علی النار قال یا رسول اللہ أفلا أخبر بھافیستبشروا قال اذا یتکلوا' فأخبر بھا معاذ عند موتہ تأثّما.** **(صحیح مسلم' کتاب الایمان)**

معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جو بندہ بھی اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں' اللہ تعالیٰ اس پر جہنم کی آگ حرام کر دیتا ہے۔ معاذؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسولؐ! کیا میں یہ بات لوگوں کو نہ بتلا دوں تاکہ وہ خوش ہو جائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: پھر تو اسی پر بھروسہ کر بیٹھیں گے۔ معاذؓ نے یہ حدیث موت کے وقت بیان کر دی تاکہ وہ (اخفائے حدیث) کے گناہ سے بچ جائیں۔

مفہوم:

۱۔ دنیا اور آخرت میں فلاح اور کامیابی کا مدار عقیدہ توحید پر ہے یعنی بندہ صرف ایک اللہ کی بندگی کے رنگ میں مکمل طور پر رنگ جائے۔

۲۔ اس حدیث کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو تمام شرائط کے ساتھ دائرہ اسلام میں داخل ہو چکے تھے' وہ تعلیمات قرآنی اور قوانین اسلامی پر پوری طرح عامل تھے' اس لیے اس اندیشہ کی گنجائش ہی نہیں تھی کہ کوئی شخص اس غلط فہمی میں پڑ جائے گا کہ محض زبانی کلمہ شہادت پڑھ لینے سے نجات لازم ہو جاتی ہے۔

۳۔ اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ توحید کے علاوہ اسلام کے دوسرے اصولی عقائد اور حقوق و فرائض

غیر ضروری ہیں، یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ مسلمان کی کامیابی کا مدار سب سے بڑھ کر عقیدۂ توحید کی صحت اور مضبوطی پر ہے اور اگر اس میں خرابی آگئی تو پھر کوئی چیز بھی نافع نہیں ہو سکتی۔

۴۔ نبی اکرم ﷺ نے حضرت معاذؓ کو یہ ہدایت کی تھی کہ یہ بات ایسے لوگوں کے سامنے بیان نہ کرنا جو اسلام کی حقیقی روح کو نہ سمجھ سکتے ہوں اور کسی غلط فہمی کا شکار ہو سکتے ہوں۔

حقیقت توحید جاننے کے لیے فطرتِ سلیم کے ساتھ وحی کی رہنمائی ناگزیر ہے :

۲۔ عن ابی هريرة عن النبی ﷺ ما من مولود الا يولد على الفطرة فابواه يهّودانه او ينصّرانه او يمجّسانه كما تنتج البهيمة بهيمةجمعاء هل تحسون فيها من جدعا ثم يقول ابوهريرة واقرؤوا ان شئتم "فِطْرَةَ اللهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا لَاتَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللهِ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ". (صحیح بخاری، کتاب الجنائز)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا : کہ ہر بچہ اسلامی فطرت پر پیدا ہوتا ہے پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں جیسا کہ چوپائے صحیح سالم بچہ جنتے ہیں۔ کیا تم اس میں کوئی ناک اور کان کٹا دیکھتے ہو۔ اس کے بعد ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں، اگر چاہو تو اس کی تصدیق قرآن کریم کی یہ آیت پڑھ کر کر لو "یہ اللہ کی فطرت ہے جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے اس کی فطرت میں کوئی تبدیلی ممکن نہیں ہے یہی دین قیّم (صحیح دین) ہے۔

مفہوم :

۱۔ اس حدیث سے یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ انسان اللہ کے ہاں سے فطرت سلیم لے کر آتا ہے، کفر، شرک یا دہریت لے کر نہیں آتا۔

۲۔ خالص فطرت یا فطرت سلیم اللہ تعالیٰ کے سوا اپنے کسی معبود کو نہیں جانتی۔ اس لیے اگر کوئی بگڑا ہوا ماحول اس کی فطرت سلیم کو مسخ نہ کر دے تو اسے انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کو قبول کرنے میں ذرا بھی تامل نہیں ہوتا۔

۳۔ لیکن یہ فطرت سلیم انبیاء علیہم السلام کے پیش کردہ دین اور رہنمائی کے بغیر ہدایت کے لیے کافی نہیں۔

کیونکہ اس کا مطلب یہ ہو گا کہ شرائع کا نزول اور انبیاء کی آمد بالکل غیر ضروری ہے اور فطرت سلیم ہدایت کے لیے کافی ہے۔

توحید اور اس کے تقاضے پورا کرنے پر جنت کی خوشخبری ہے :

۷۔ **عن ابی هريرة رضی الله عنه قال جاء رجل إلى النبیﷺ فقال دُلّنی علی عمل أعمله يُدنِينی من الجنة ويباعدنی من النار قال: تعبدالله ولاتشرك به شيئا وتقيم الصلوة وتؤتی الزكوة وتصل ذارحمك فلما أدبر قال رسول اللهﷺ ان تمسّك ما أمر به دخل الجنة. (مسلم: كتاب الايمان)**

حضرت ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نبی اکرمﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میری اُس عمل کی جانب رہنمائی فرمائیں جس کو میں کروں تو وہ مجھے جنت سے قریب اور جہنم سے دور کر دے۔

آپﷺ نے فرمایا: وہ عمل یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراؤ اور نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرتے رہو' اور اپنے رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو (نیک سلوک)' پھر جب وہ شخص واپس چلا گیا تو نبی اکرمﷺ نے فرمایا: اگر یہ شخص ان امور پر مضبوطی سے قائم رہا جس کا حکم دیا گیا ہے تو جنت میں داخل ہو گا۔

مفہوم :

۱۔ اس حدیث سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی سوچ و فکر' جذبات اور باطنی رجحانات کا اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں دنیا کی فکر کے بجائے جنت کا شوق اور جہنم سے بچنے کی فکر ہر وقت دامن گیر رہتی تھی اور وہ نبیﷺ سے اس کے متعلق رہنمائی حاصل کرتے رہتے تھے۔

۲۔ آپﷺ نے نہایت مختصر اور جامع عمل کی تلقین فرمائی ہے کہ بندگی کا اصل مقام یہ ہے کہ بندہ پوری زندگی اس طرح گزارے کہ اس کا ہر کام خالصتاً اللہ تعالیٰ کی خاطر ہو اور اسی کی مرضی کے مطابق ہو' اور اس کا عمل اغراض اور خواہشات کی آمیزش سے پاک ہو۔

۳۔ اللہ تعالیٰ کی جنت میں داخل ہونے کے لیے دنیا ترک کر کے بڑی بڑی ریاضتوں کی ضرورت نہیں بلکہ شرک

سے بچتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے عائد کیے ہوئے فرائض ادا کرنے سے جنت مل سکتی ہے۔

۴۔ اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی بھی ان اعمال میں سے ہے جو آدمی کو جنت کے قریب اور دوزخ سے دور کرتے ہیں۔

توحید سچا اور وفادار مومن بناتی ہے :

۸۔ **عن ابی ذررضی الله عنه قال قال رسول اللهﷺ ما من عبد قال لا اِله الا الله ثم مات علی ذالك الا دخل الجنة** (مسلم: کتاب الایمان)

ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول ﷺ نے فرمایا : جس بندے نے کہہ دیا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور اسی عقیدہ پر مرتے دم تک قائم رہا تو ضرور جنت میں داخل ہوگا۔

مفہوم :

۱۔ یہاں **لا اِله اِلا الله** کہنے سے مراد پورا کلمہ توحید پڑھنا' اس پر عمل کرنا اور اس کے تمام تقاضوں کو پورا کرنا ہے۔

۲۔ جس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ اللہ وحدہٗ لا شریک کے سوا عبادت اور بندگی کے لائق اور کوئی نہیں ہے اور اسی کی اطاعت ' فرماں برداری' غلامی اور بندگی اسے زندگی بھر کرنی ہے تو وہ یقیناً راہ راست اختیار کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر لے گا۔

۳۔ اس طرح کلمہ توحید کے اقرار کے نتیجہ میں اس کی پوری زندگی کا نقشہ بدل جائے گا وہ ایک سچا اور وفادار مومن بن کر زندگی گزارے گا۔

دین پر استقامت :

۹۔ **عن سفیان بن عبدالله قال: قلت یا رسول الله قل لی فی الاسلام قولا لا أسئل عنه أحدًا بعدك قال: قل آمنتُ بالله ثم استَقِمْ .** (صحیح مسلم : کتاب الایمان)

سفیانؓ بن عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا : اے اللہ کے رسول ! مجھے

اسلام کے بارے میں ایسی بات بتلا دیجیے کہ آپ کے بعد مجھے (اس سلسلہ میں) کسی سے اور کچھ دریافت نہ کرنا پڑے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کہو میں اللہ تعالیٰ پر ایمان لے آیا، پھر (اسی پر) ثابت قدم رہو۔

مفہوم:

۱۔ سفیان بن عبداللہؓ اسلام کے بارے میں نبی ﷺ سے جامع اور مختصر بات دریافت کرنا چاہتے تھے۔

۲۔ نبی ﷺ نے سفیانؓ کے سوال کے جواب میں انہیں اسلام کی جامع حقیقت بتلائی کہ اسلام صرف ایک مرتبہ عقیدہ توحید ورسالت کے اقرار اور اعمال کے اختیار کرنے کا نام نہیں ہے بلکہ عقیدۂ و عمل پر ہمیشہ قائم رہنے کا نام ہے۔

۳۔ دین حق کے راستے پر چلتے ہوئے جو مشکلات اور خطرات بھی درپیش ہوں ان کا پوری ثابت قدمی سے مقابلہ کرنا عقیدہ توحید کا تقاضا اور دین پر استقامت ہے، چاہیے کہ کوئی خوف، کوئی لالچ اور خواہش نفس کا کوئی تقاضا مومن کو سیدھی راہ سے ہٹانے میں کامیاب نہ ہوسکے۔

۴۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا "اللہ کی قسم! استقامت اختیار کرنے والے وہ ہیں جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت پر مضبوطی سے قائم ہو گئے۔ لومڑیوں کی طرح ادھر سے ادھر دوڑتے نہ رہے۔ (تفسیر ابن جریر طبری)

۵۔ یہ حدیث رسول اکرم ﷺ کے جوامع الکلم میں سے ہے، جوامع الکلم ان احادیث کو کہتے ہیں جن کے الفاظ مختصر ہوں مگر مفہوم بہت وسیع اور جامع ہو۔

شرک سب سے بڑا گناہ ہے:

۱۰۔ **عن عبد الله قال سألتُ اوسئل رسول الله ﷺ: اى الذنب عند الله أكبر؟ قال أن تجعل لِلّٰه ندا وهو خلقك...... (الحدث) (صحيح مسلم: كتاب الايمان)**

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ میں نے رسول اکرم ﷺ سے پوچھا (یا وہ کہتے ہیں کہ) آپؐ سے یہ بات پوچھی گئی کہ "اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تو کسی کو اللہ تعالیٰ کا مد مقابل اور ہمسر ٹھہرائے حالانکہ تجھے اسی نے پیدا کیا ہے۔

مفہوم :

۱۔ شرک گناہ کبیرہ ہے۔اس سے بڑا گناہ کوئی اور نہیں ہے۔

۲۔ شرک سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات میں، جس مفہوم میں وہ اللہ تعالیٰ کے لیے مستعمل ہیں یا حقوق میں، کسی کو ساجھی اور حصہ دار ٹھہرانا۔

۳۔ شرک نا قابل معافی گناہ ہے۔

۴۔ جو خالق ہے صرف وہی بندگی کے لائق ہے۔

قبر پرستی :

۱۱۔ عن عائشةؓ قالت قال رسول اللہ فی مرضه الذی لم یقم منه لعن اللہ الیهود والنصاری اتخذوا قبور أنبیاء هم مساجدا. (صحیح مسلم، کتاب المساجد)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرض وفات میں فرمایا: اللہ تعالیٰ نے یہود و نصاریٰ پر لعنت فرمائی۔انہوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کی قبروں کو عبادت گاہ بنالیا تھا۔

مفہوم :

۱۔ شدید علالت میں رسول اکرمؐ کا یہ فرمان شرک کی قباحت و شناعت کا واضح ثبوت ہے، اس لیے مسلمانوں کو اس مہلک بیماری سے بچنا چاہیے۔

۲۔ قبور انبیاء کی عبادت (ان کو سجدہ کرنا بھی) شرک کی ایک شکل ہے اور شرک کی یہ شکل یہود و نصاریٰ میں بھی پائی جاتی تھی جس پر نبی اکرمؐ کے ارشاد کے مطابق اللہ تعالیٰ نے لعنت فرمائی ہے۔

۳۔ مشرکین عرب کے بہت سے معبود، وہ گزرے ہوئے ایسے نیک انسان ہی تھے جنہیں بعد کی نسلوں نے خدا بنالیا تھا۔

۱۲۔ عن عائشة رضی اللہ عنها ان ام سلمة رضی اللہ عنها ذکرت لرسول اللہ ﷺ کنیسة رأتها بأرض الحبشة یقال لها ماریة فذکرت له مارأت فیها من الصور، فقال رسول اللہ ﷺ اولئك قوم

اذامات فیھم العبد الصالح اوالرجل الصالح بنوا علی قبرہ مسجدا وصوروا فیہ تلک الصور اولئک شرار الخلق عند اللہ. **(صحیح بخاری . کتاب الصلوۃ)**

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ام سلمہ رضی اللہ عنہا نے رسول اکرم ﷺ سے ماریہ نامی ایک گرجے کا ذکر کیا جسے انہوں نے حبشہ میں دیکھا تھا' اس میں جو تصاویر وغیرہ تھیں ان کا بھی ذکر کیا۔ یہ سن کر رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ جب ان میں کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تھا تو یہ اس کی قبر پر عبادت گاہ بنا لیتے اور اس میں یہ تصویریں آویزاں کر دیتے تھے' یہ لوگ اللہ کے نزدیک اس کی مخلوقات میں سے سب سے بدتر اور شریر لوگ ہیں۔

مفہوم :

۱۔ یہ حدیث اوپر والی حدیث کی مزید وضاحت کر رہی ہے۔ اس سے یہود و نصاریٰ کا یہ مشرکانہ طرز عمل واضح ہو رہا ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے علاوہ صالحین کی قبور کو بھی عبادت گاہ بنا لیتے تھے۔

۲۔ بخاری میں ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے بنائے ہوئے بت ود' یعوث' یعوق' نسر' یہ سب نیک لوگوں کے نام ہیں جن کی بعد کے لوگ' بت بنا کر پوجا کرنے لگے تھے۔

۳۔ شرک سے بڑھ کر انسان کی کسی پستی اور ذلت کا تصور نہیں کیا جا سکتا' اس لیے اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشرک سے بدتر مخلوق کوئی نہیں ہے۔

علماء اور درویشوں کو رب بنانا :

۱۳۔ **عن عدی بن حاتم قال أتیت النبیﷺ وفی عنقی صلیب من ذھب فقال یا عدی اطرح عنک ھذا الوثن وسمعتہ یقرا فی سورۃ براۃ اتخذوا احبارھم ورھبانھم أربابا من دون اللہ قال أما انھم لم یکونوا یعبدو نھم ولکنھم اذا أحلوا لھم شیئا استحلوہ واذا حرموا علیھم شیئا حرموہ .**

(سنن ترمذی . ابواب التفسیر)

حضرت عدی بن حاتم نے بیان کیا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو اس وقت سونے کی صلیب میرے گلے میں لٹک رہی تھی' آپؐ نے فرمایا: اے عدی! اس بت کو اپنے گلے سے اتار پھینک' اس وقت آپ

سورہ براءۃ کی تلاوت فرمارہے تھے' چنانچہ آپؐ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی "**اتخذوا احبارھم** "...... یعنی انہوں نے اپنے علماء اور درویشوں کو اللہ کے سوا رب بنالیا (تو میں نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ہم ان کی عبادت تو نہیں کرتے تھے) حضور ﷺ نے فرمایا: کیا وہ اللہ کی حلال کردہ چیزوں کو حرام نہیں ٹھہراتے تھے' اور ان کی پیروی میں تم لوگ بھی اسے حرام مان لیتے تھے اور جسے اللہ نے حرام ٹھہرایا اسے وہ حلال قرار دیتے اور تم بھی اسے حلال مان لیتے تھے"۔

مفہوم:

۱۔ عقیدۂ توحید کا تقاضا یہ ہے کہ قانون سازی' حلال حرام اور جائز و ناجائز کی حدیں مقرر کرنے کا حقدار صرف اللہ تعالیٰ ہے اور کسی کے خودساختہ قانون کو حق سمجھتے ہوئے اس کی پابندی کرنا اللہ تعالیٰ کا شریک بنانے کا ہم معنی ہے۔

۲۔ یہود کے علماء و درویش کتاب اللہ کی سند اور دلیل کے بغیر از خود جائز و ناجائز اور حلال حرام کی حدیں مقرر کرتے تھے اس لیے انہیں "أربابا" "من دون الله" قرار دیا گیا ہے۔

۳۔ ایک طرف اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کا اقرار کرنا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ سے پھرے ہوئے لوگوں کے احکام کی پیروی کرنا اور ان کے مقرر کردہ طریقوں کی پابندی کرنا شرک ہے۔

اللہ تعالیٰ کی صفات اور توحید:

۱۴۔ عن ابی بن کعب رضی الله عنه أن المشركين قالوا للنبی ﷺ يا محمد أنسب لنا ربك فأنزل الله تبارك و تعالىٰ: "قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ اللَّهُ الصَّمَدُ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ

(ترمذی: ابواب التفسیر)

حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ مشرکین نے ایک مرتبہ نبی اکرم ﷺ سے کہا: اے محمد ﷺ! ہمیں اپنے رب کا نسب بتایئے' تو اللہ تعالیٰ نے یہ سورۃ نازل فرمائی: قل ھو اللہ احد...... کہو وہ اللہ ایک ہے' یکتا۔ اللہ سب سے بے نیاز ہے اور سب اس کے محتاج ہیں نہ اس کی کوئی اولاد ہے اور نہ وہ کسی کی اولاد اور اس کا کوئی ہمسر نہیں ہے۔ (سورہ اخلاص)

مفہوم :

۱۔ یہ قرآن مقدس کا اعجاز ہے کہ اس نے چند الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایسا واضح تصور پیش کر دیا جو تمام مشرکانہ تصورات کا قلع قمع کر دیتا ہے اور شرک کے لیے کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔

۲۔ چونکہ اس سورۃ الاخلاص میں خالص توحید بیان کی گئی ہے اس لیے نبیؐ نے اسے ایک تہائی قرآن قرار دیا ہے۔

۳۔ اللہ تعالیٰ چونکہ ازلی اور ابدی ہے' فانی نہیں ہے اس لیے اسے کسی چیز کی حاجت ہی نہیں ہے۔

۴۔ پوری کائنات میں نہ کوئی اللہ کی مانند ہے' نہ اس کے ہم مرتبہ ہے اور نہ ہی اپنی صفات' افعال اور اختیارات میں اس سے کسی درجہ مشابہ ہے۔

مشرک کا انجام :

۱۵۔ عن انس بن مالك عن النبیﷺ قال يقول الله عزو جل من اهل النار يوم القيامة أرأيت لوكان ماعلى الارض من شئى اكنت مفتديا به قال: فيقول نعم قال فيقول قد اردتُ منك أهون من ذالك قد اخذت عليك في ظهر آدم ان لا تشرك بي شيئا فأبيت الاأن تشرك بي.

(بخاری' كتاب الرقاق ' كتاب الانبياء)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرمﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اللہ عزوجل ایک جہنمی شخص سے کہے گا۔ بتلا (اگر تیرے پاس آج) تمام روئے زمین کا مال ہوتا تو کیا وہ اس عذاب کے بدلہ میں دے دیتا؟ وہ عرض کرے گا: ہاں! اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تجھ سے اس سے بہت ہلکا مطالبہ کیا تھا۔ جب تو آدمؑ کی پشت میں تھا تو تجھ سے یہ عہد لیا تھا کہ کسی کو میرا شریک نہ ٹھہرانا مگر تو نہ مانا اور شریک ٹھہراکر رہا۔

مفہوم :

۱۔ اس حدیث میں شرک کا ہولناک انجام بیان کیا گیا ہے کہ قیامت میں مشرک شخص دنیا بھر کا مال دیکر شر کے انجام (ہولناک عذاب جہنم) سے بچنے کی خواہش کرے گا۔

۲۔ حضرت آدمؑ کی پشت میں عہد سے مراد وہ عہد ہے جو اللہ تعالیٰ نے آدمؑ کی تخلیق کے بعد قیامت تک پیدا ہونے والی تمام ارواح سے لیا تھا کہ "**الست بربکم**" کیا میں تمھارا رب نہیں ہوں؟ سب نے بیک زبان کہا تھا "بلیٰ" "کیوں نہیں' آپ ہی ہمارے رب ہیں۔

۳۔ شرک ایسا گناہ ہے کہ جس کی اللہ تعالیٰ کے ہاں بخشش نہیں۔ جیسا کہ ایک آیت میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ "**اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ أَنْ يُشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَشَاءُ** "(النساء ۴ : ۴۸) "اللہ بس شرک ہی کو معاف نہیں کرتا اس کے ماسوا جس قدر گناہ ہیں وہ جس کے لیے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔ اللہ کے ساتھ جس نے کسی اور کو شرک ٹھیرایا اس نے بہت ہی بڑا جھوٹ تصنیف کیا اور بڑے سخت گناہ کی بات کی۔

AD HP

خلاصہ

توحید کیا ہے؟ اللہ وحدہ لاشریک کی ذات یا اس کی صفات جن معنوں میں وہ اللہ تعالیٰ کے لیے مستعمل ہیں یا حقوق میں کسی کو ساجھی نہ ٹھہرانا توحید ہے بالفاظ دیگر اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات' اختیارات اور حقوق میں کسی کو حصہ دار نہ ٹھہرانا توحید ہے۔

شرک کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی ذات' صفات' اختیارات اور حقوق میں کسی کو حصہ دار ٹھہرانا شرک ہے۔

توحید کی حقیقت کو سمجھنے کے لیے شرک کی حقیقت کو سمجھنا بھی ضروری ہے کیونکہ جو توحید نہیں وہ شرک ہے۔

شرک کی چار اقسام ہیں :

۱۔ ذات میں شرک کسی کو اللہ تعالیٰ کی ذات برادری سمجھنا' کسی کو اس کا باپ یا بیٹا کہنا مثلاً زمانہ جاہلیت میں عربوں کا یہ عقیدہ تھا کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں ہیں یا عیسائیوں کا یہ عقیدہ کہ مسیحؑ خدا کے جوہر سے ہیں۔

۲۔ صفات میں شرک صفات میں شرک سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کمال جیسی کہ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں ویسا ہی ان کو یا ان میں سے کسی صفت کو کسی دوسرے کے لیے قرار دینا۔ یہاں یہ قید لگائی جاتی ہے کہ ''وہ صفت جس مفہوم میں اللہ تعالیٰ کے لیے ہے'' کیونکہ بسا اوقات یہی صفات ہم اپنے جیسے انسانوں کے لیے بھی بولتے ہیں جیسے ''حکیم''۔ اللہ کی صفت حکیم اور انسان کے حکیم ہونے میں بڑا فرق ہے' لیکن اگر ہم انسان کے لیے بھی اسی مفہوم میں حکیم کا لفظ استعمال کریں جس مفہوم میں اللہ تعالیٰ کے لیے کرتے ہیں تو یہ صفات میں شرک ہو گا' اسی طرح کسی کو سمیع' بصیر' عالم الغیب اور ہر قسم کی کمزوریوں سے پاک اور منزہ سمجھنا بھی صفات میں شرک ہے۔

۳۔ اختیارات میں شرک خالق و مالک اور مختار ہونے کی حیثیت سے جو اختیارات اللہ تعالیٰ ہی کو

حاصل ہیں ان کو یاان میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے لیے تسلیم کیا جائے تو یہ اختیارات میں شرک ہے مثلاً فوق الفطری طریقہ سے نفع و نقصان پہنچانا، حاجت روائی و دستگیری کرنا، نگہبانی و حفاظت کرنا، دعائیں سننا، قسمتوں کا بنانا اور بگاڑنا، جائز و ناجائز اور حلال و حرام کی حدود اور ضابطے مقرر کرنا یا انسانی زندگی کے لیے قانون و شریعت مقرر کرنا۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کے مخصوص اختیارات ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کو بھی غیر اللہ کے لیے تسلیم کرنا شرک ہے۔

۴۔ حقوق میں شرک رب اور معبود ہونے کی حیثیت سے بندوں پر اللہ تعالیٰ کے جو مخصوص حقوق ہیں انہیں یاان میں سے کوئی حق اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو دینا حقوق میں شرک ہے مثلاً رکوع و سجود، نذر و نیاز اور قربانی، قضائے حاجات اور دفع مشکلات کی غرض سے مدد کے لیے پکارنا، کسی سے ایسی محبت کرنا کہ اس پر سب محبتیں قربان کی جاسکیں، غیر مشروط اطاعت اور اس کی ہدایت کو غلط اور صحیح کا معیار جاننا، یہ سب وہ حقوق ہیں جو صرف اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں اور ان میں سے کوئی حق بھی غیر اللہ کو دینا شرک ہے۔

شرک کا مطلب اللہ تعالیٰ کی ہستی کا انکار نہیں ہے :

دنیا کی قدیم قوموں میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کا انکار کم پایا جاتا تھا اور قرآن مجید کے اولین مخاطبوں میں سے کوئی بھی قابل ذکر گروہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا منکر نہیں تھا۔ اس طرح کی دہریت اگر ظاہر ہوئی بھی تو وہ ایک چھوٹے سے حلقہ میں محدود رہی البتہ ایک باضابطہ دین کی شکل اس نے دور حاضر میں حاصل کی ہے۔ لیکن مختلف مشرک اقوام میں شرک کی یہ چاروں قسمیں کسی نہ کسی شکل اور رنگ میں ضرور پائی جاتی ہیں۔

توحید محض ایک دینی عقیدہ ہی نہیں ہے بلکہ یہ پوری اجتماعی زندگی پر حاوی ہے کیونکہ عقیدہ توحید ایک ایسی بنیاد فراہم کرتا ہے جس پر پوری معاشی، تمدنی، سیاسی اور معاشرتی زندگی کا مدار ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جب توحید کی آواز بلند کی تو عوام، حکمران، بتوں کے پجاری اور کمزور سب آپ کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔

جس طرح خالقیت اور مالکیت اللہ رب العالمین کی صفات ہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات حاکم اور شارع ہونا بھی ہیں۔ توحید فی الصفات کا لازمی تقاضا ہے کہ آئینی اور قانونی حاکمیت بھی صرف اللہ تعالیٰ کی تسلیم کی

جائے کیونکہ اس بات کو تو عقل بھی تسلیم نہیں کرتی کہ انسانوں کا خالق اور مالک تو اللہ رب العالمین ہو اور ان پر قانون اور حکم کسی اور کا نافذ ہو اس لیے حاکمیت اور اقتدار اعلیٰ بھی اللہ رب العالمین ہی کی صفت ہے۔

شرک سے بچنے کے لیے شرک کی ان جملہ صورتوں سے بچنا لازمی ہے اور توحید کی حقیقت کو اس کے اس جامع تصور کے ساتھ سمجھنا نہایت اہم ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توحید کی حقیقت کو سمجھنے اور اپنی زندگی کو اس صراط مستقیم پر استوار کرنے کی توفیق بخشے جو عقیدہ توحید کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ نے قائم فرمایا ہے۔ آمین!

رسالت

آیات قرآنی :

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

(آل عمران ۳ : ۱۶۴)

درحقیقت اہل ایمان پر تو اللہ نے یہ بہت بڑا احسان کیا ہے کہ ان کے درمیان خود انہی میں سے ایک ایسا پیغمبر اٹھایا جو اس کی آیات انہیں سناتا ہے ان کی زندگیوں کو سنوارتا ہے اور ان کو کتاب اور دانائی کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے یہی لوگ صریح گمراہیوں پر پڑے ہوئے تھے۔

قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ (البقرہ ۲ : ۱۳۶)

مسلمانو کہو : کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس ہدایت پر جو ہماری طرف نازل ہوئی ہے اور جو ابراہیمؑ، اسمعیلؑ، اسحاقؑ، یعقوبؑ اور اولاد یعقوب کی طرف نازل ہوئی تھی اور جو موسیؑ اور عیسیؑ اور دوسرے تمام پیغمبروں کو ان کے رب کی طرف سے دی گئی تھی۔ ہم ان کے درمیان کوئی تفریق نہیں کرتے اور ہم اللہ کے مسلم ہیں۔

يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ۚ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (الاعراف ۷ : ۱۵۷)

وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے، بدی سے روکتا ہے، ان کے لیے پاک چیزوں کو حلال کرتا ہے اور

ناپاک چیزوں کو حرام ٹھہراتا ہے اور ان سے وہ بوجھ اتارتا ہے اور ان بندشوں کو کاٹتا ہے جن میں وہ جکڑے ہوئے ہیں' پس جو لوگ ایمان لائیں اس پر اور اس کی تائید و حمایت کریں اور اس نور کی پیروی کریں جو اس کے ساتھ نازل کیا گیا ہے' وہی فلاح پانے والے ہیں۔

احادیث نبوی :

۱۔ عن عبادہ بن الصامت رضی الله عنه قال قال رسول اللهﷺ من قال اشهد ان لااله الاالله وحده لا شريك له وان محمد عبده ورسوله وان عيسىٰ عبدالله وابن أمته و كلمتهٗ ألقاها إلى مريم وروح منه وأن الجنة حق وأن النار حق' أدخله الله من أىّ ابواب الجنة الثمانية شاء .

(صحيح مسلم ' كتاب الايمان)

حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ وحدہ لاشریک کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد (ﷺ) اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور عیسیٰؑ اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں اور اس کی باندی کے بیٹے ہیں اور اس کا کلمہ ہیں جن کو اس نے (اللہ تعالیٰ نے) مریمؑ کی طرف القاء کیا۔ نیز اس امر کی گواہی دی کہ جنت حق ہے اور آتشِ دوزخ بھی حق ہے' تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے آٹھوں دروازوں میں سے جس میں چاہے گا جنت میں داخل کر دے گا۔

مفہوم :

۱۔ عقیدۂ توحید کے بعد دوسرا بنیادی عقیدہ' عقیدۂ رسالت یعنی حضرت محمد ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا سچا نبی و رسول تسلیم کرنا ہے۔

۲۔ رب کائنات انسانوں کا رب' جو خالق اور مالک بھی ہے اس کے احکام اور اس کی پسند و ناپسند معلوم کرنے کا واحد اور مستند ذریعہ وحی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اپنے منتخب کردہ جس بندہ پر اس کی طرف سے وحی آتی ہے اسے رسول اور نبی کہا جاتا ہے۔

۳۔ نبی کی حیثیت حاکم حقیقی کے مستند' معصوم اور محفوظ سفیر اور نمائندے کی ہے۔

۴۔ یہی رسول اور سفیر خالق اور مخلوق کے درمیان حصول علم و ہدایت کا ذریعہ ہے۔

۵۔ حضرت عیسیٰؑ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اس کے بیٹے نہیں ہیں جیسا کہ نصاریٰ کا عقیدہ ہے بلکہ اس کے بندے اور برگزیدہ پیغمبر ہیں۔

۶۔ اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہی اور جنت اور جہنم کو برحق تسلیم کرنا بھی عقیدۂ آخرت کے اہم اجزاء ہیں۔

نبی ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا ضروری ہے :

۲۔ **عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول اللهﷺ والذی نفس محمد بيده لا يسمع بی احد من هذه الأمة يهودی ولا نصرانی و مات و لم يؤمن بالذی ارسلت به إلا كان من اصحاب النار.**

(صحیح مسلم: کتاب الایمان)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے، اس امت میں جو یہودی اور نصرانی میری خبر پائے اور پھر اس دین پر ایمان نہ لائے جو میں دے کر بھیجا گیا ہوں اور اسی حال پر مر جائے تو وہ دوزخیوں میں ہوگا۔

مفہوم :

۱۔ آنحضرت ﷺ کی رسالت پر ایمان لانا سب پر یکساں فرض ہے۔

۲۔ یہود و نصاریٰ کا یہ دعویٰ تھا کہ نجات صرف انہی کے لیے ہے، انہیں خبردار کیا گیا کہ تمھارا یہ خیال غلط ہے، نبی ﷺ کی رسالت پر ایمان کے بغیر نجات کا دعویٰ درست نہیں ہے۔

۳۔ جب اہل کتاب جو آسمانی کتابوں کے حامل بھی تھے ان کی نجات نبیؐ پر ایمان لائے بغیر ممکن نہیں ہے تو غیر اہل کتاب کی نجات آپؐ پر ایمان لائے بغیر کیسے ہو سکتی ہے۔

۴۔ اس حدیث میں شریعت اسلامیہ کے ہمہ گیر اور عالمگیر ہونے کی طرف اشارہ بھی ہے۔

ایمان کی حلاوت اور لذت :

۳۔ **عن العباس بن عبد المطلب أنه سمع رسول الله ﷺ يقول: ذاق طعم الايمان من رضي بالله ربًا وبالا سلام ديناً و بمحمد رسولاً.** **(صحيح مسلم : كتاب الايمان)**

حضرت عباسؓ بن عبد المطلب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا : جو شخص اللہ تعالیٰ کے رب ہونے پر 'اسلام کے دین ہونے اور محمد ﷺ کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا اس نے ایمان کا مزا چکھ لیا۔

مفہوم :

۱۔ جو شخص اپنے آپ کو اللہ کی بندگی میں دینے پر خوش اور راضی ہے۔

۲۔ اسلام کے طریقہ حیات کی پیروی کرنے پر مطمئن ہے۔

۳۔ اور اپنے نبی محمد ﷺ کی نبوت 'رسالت اور رہنمائی پر یقینِ کامل رکھتا ہے۔ اسے اسلام کی لذت و حلاوت کی عظیم نعمت مل گئی ہے۔

نبی ﷺ اور آپؐ کے دین کی مثال :

۴۔ **عن ابی موسی قال قال رسول الله مثلي ومثل مابعثني الله كمثل رجل اتى قوما فقال رأيت الجيش بعيني واني أنا النذير العريان فالنجا فالنجا فأطاعته طائفة فأدلجوا على مهلهم فجوو كذبته طآئفة فصبحهم الجبش فأهلكهم فاجتاهم فذالك مثل من اطاعني فاتبع ماجئت به و مثل من عصاني وكذب ماجئت به من الحق.** **(بخاری: کتاب الرقاق' کتاب الفضائل)**

ابو موسیٰؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا : میری اور اس دین کی مثال جو اللہ تعالیٰ نے مجھے دے کر بھیجا ہے اس شخص کی سی ہے جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہا اے میری قوم! میں نے دشمن اپنی دونوں آنکھوں سے دیکھا ہے اور میں ایک سچا ڈرانے والا ہوں لہذا اپنی نجات کی فکر و' اس پر اس کی قوم میں سے ایک گروہ نے اس کا کہنا مانا اور آہستہ آہستہ شروع رات میں ہی چل پڑے اور دشمن سے نجات پا گئے اور کسی نے اس کو جھوٹا سمجھا اور اپنے بستروں پر صبح تک پڑے سوتے رہے۔ دشمن کا لشکر صبح صبح ان پر ٹوٹ پڑا اور انہیں تباہ و برباد کر دیا۔ بس ٹھیک

یہی مثال ہے ان لوگوں کی ہے جنھوں نے میری بات مانی اور اس پیغام کو اپنا لیا جو میں اپنے ساتھ لایا ہوں اور جن لوگوں نے میری بات نہ مانی اور سچائی کو جھٹلا دیا جو میں اپنے ساتھ لایا ہوں۔

مفہوم :

۱۔ عرب میں غارت گری کے لیے زیادہ تر صبح کا ہی وقت مقرر تھا اور عربوں کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی شخص دشمن کو دیکھ لیتا تو دشمن کے پہنچنے سے قبل قوم کو ہوشیار کرنے کے لیے اپنے کپڑے اتار کر کسی اونچی جگہ سے انہیں ہلاتا۔ ایسے شخص کو "النذیر العریان" کہا جاتا تھا۔ نبیؐ نے اپنے آپ کو "النذیر العریان" اسی لحاظ سے تعبیر فرمایا۔ یعنی آپؐ قیامت اور آخرت اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے انجام سے قوم کو ڈرانے اور خبر دار کرنے والے تھے اور یہی آپ کا بحیثیت نبی اور رسول فرض منصبی تھا۔

۲۔ جن خوش نصیبوں نے آپ ﷺ کی دعوت کو قبول کر لیا وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ گئے اور جن بدبختوں نے آپ ﷺ کی آواز پر کان نہ دھرا اور کفر ہی کی حالت میں مر گئے وہ دائمی عذاب کے مستحق بن گئے۔

۳۔ آپؐ کی پیش کردہ تمثیل کا انداز نہایت بلیغ اور خوبصورت ہے۔

ایمان اور رسول سے محبت :

۵۔ **عن انس بن مالك رضى الله عنه قال قال رسول ﷺ: لايؤ من احدكم حتى أكون احب اليه من والده و ولده والناس أجمعين.** **(صحيح مسلم' كتاب الايمان)**

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ : "تم میں سے کوئی شخص ایماندار نہیں ہو گا جب تک میں اس کی نگاہ میں اس کی اولاد' اس کے والد اور تمام لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں۔

مفہوم :

۱۔ آدمی تب ہی مومن کامل بن سکتا ہے جب رسول اکرم ﷺ کی ذات بابرکات اور آپؐ ان کے لائے ہوئے

دین کی محبت اس کی دیگر تمام محبتوں پر غالب آجائے۔

۲۔ ایک مومن کو جب ایک طرف اس کی اولاد یا والدین اللہ تعالیٰ اور اسکے رسولؐ کے مرضی کے خلاف کسی اور راستے پر چلانا چاہیں یا اس سے غلط اور ناجائز کام کرنے کا مطالبہ کریں تو اس موقع پر ایک سچے وفادار مومن کے شایان شان طرز عمل یہ ہے کہ وہ ان کی محبت کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی محبت پر قربان کر دے اور وہ غلط راستہ پر نہ چلے۔

۳۔ ایمانی خصائل و اوصاف کا ذکر کرتے ہوئے رسول پاکؐ کا یہ ارشاد اور اس طرح کے بعض دوسرے ارشادات کہ تم میں سے کوئی اس وقت مومن نہیں ہو تا جب تک اس میں یہ اور یہ اوصاف نہ پیدا ہو جائیں یہ معنی نہیں رکھتے کہ اگر اس میں کوئی وصف پیدا نہ ہو تو وہ مومن نہیں بلکہ ان کا مفہوم یہ ہے کہ ان ارشادات میں نفیء ایمان سے مراد ایمان کامل کی نفی ہے۔ مطلوب و معیاری ایمان کی نفی ہے یعنی اس کا ایمان اللہ تعالیٰ اور اس کے رسولؐ کی نظر میں ناقص ہے۔

جو نبی اکرم ﷺ کی نافرمانی کرتا ہے وہ گویا آپ ﷺ کا انکار کرتا ہے:

۷۔ **عن ابی هريرة رضى الله عنه ان رسول الله ﷺ قال كل أمتي يدخلون الجنة الامن ابى قالوا يا رسول الله ﷺ! ومن يأبى قال من اطاعنى دخل الجنة ومن عصانى فقدأبى.**

(صحيح بخاری: كتاب الاعتصام)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری تمام امت جنت میں جائے گی سوائے اس کے جو انکار کرے' صحابہ نے دریافت کیا: اے اللہ کے رسول! وہ کون ہے جو آپ ﷺ کا انکار کرتا ہے؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں داخل ہوا اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے دراصل میرا انکار کیا۔

مفہوم:

ا۔ انکار رسالت کی دو صورتیں ہیں:

(الف) ایک یہ کہ کوئی شخص نبی ﷺ کی رسالت کا زبان سے انکار کرے' ایسا منکر رسالت کافر ہے وہ کبھی جنت میں داخل نہیں ہو سکتا۔

(ب) وہ اپنے طرز عمل میں کھلے منکر کے مشابہ ہو' یعنی وہ آپؐ کی رسالت کا اقرار تو کر رہا ہے مگر عملاً جب نافرمانی کر کے اپنے طرز عمل سے اپنے اقرار کو جھٹلا رہا ہے تو ایسے منکر کو بھی کچھ وقت جہنم میں منکرین کے ساتھ رہنا ہو گا' اگرچہ اقرار کی وجہ سے آخر میں نجات ہو جائے گی۔

۲۔ اس حدیث میں نبی اکرم ﷺ کی نافرمانی پر نہایت سخت وعید ہے۔

۸۔ **عن عبدالله بن عمرو بن العاص قال: کنت اکتب کل شئ اسمعه من رسول اللهﷺ ارید حفظه فنهتنی قریش وقالوا تکتب کل شئ تسمعه و رسول اللهﷺ بشر یتکلم فی الغضب والرضا فذکرت ذالك لرسول الله ﷺ فاوما بأ صبعه الی فیه فقال "اکتب فوالذی نفس بیده مایخرج منه اِلا حق ." (سنن ابو دائود: کتاب العلم)**

عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ : میں جو بات بھی رسول اللہ ﷺ سے سنتا اسے لکھ لیا کرتا تھا' میرا مقصد اس بات کو یاد رکھنا ہوتا تھا' تو قریش نے مجھے اس کام سے روک دیا اور کہا کہ تم رسول اللہ ﷺ کی ہر بات لکھ لیتے ہو حالانکہ رسول اللہ ﷺ بھی تو انسان ہیں۔ کبھی غصے کی حالت میں بات کرتے ہیں اور کبھی خوشگوار حالت میں' میں نے لکھنا چھوڑ دیا اور اس بات کا میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے ذکر کیا۔ آپ ﷺ نے اپنی انگلی سے دہن مبارک کی طرف اشارہ کیا اور فرمایا: "اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے اس (زبان) سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا ہے۔

مفہوم :

۱۔ عہد نبوی سے ہی احادیث کو متفرق طور سے قلمبند کرنے کا سلسلہ شروع ہو گیا تھا۔

۲۔ علمائے امت کا اس پر اجماع ہے کہ حدیث نبوی قرآن کریم کے بعد دین کا دوسرا اہم ماخذ ہے اور اس کا دین میں عملی اعتبار سے وہی درجہ ہے جو کتاب اللہ کا ہے۔

۳۔ نبی اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے نکلنے والی ہر بات حق ہے' قرآن حکیم بھی اس کی تائید کرتا ہے **وَمَايَنطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّاوَحْىٌ يُّوْحٰى (النجم:۵۳:۳)** (آپ ﷺ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کہتے' وہ صرف وہی بات کرتے ہیں جس کی ان کی طرف وحی کی جاتی ہے)

۹۔ عن جابر بن عبداللہ قال جاءت ملائکة الی النبیﷺ وھو نائم فقال بعضھم انه نائم وقال بعضھم ان العین نائمة والقلب یقظان فقالوا ان لصاحبکم ھذا مثلا فاضربوا له فقال بعضھم انه نائم و قال بعضھم ان العین نائمة والقلب یقظان فقالوا مثله کمثل رجل بنی دارا وجعل فیھا مأدبة وبعث داعیا فمن اجاب الداعی دخل الدار واکل من المادبة ومن لم یجب الداعی لم یدخل الدار ولم یأکل من المادبة فقالوا: أوّلوھا له یفقھھا فقال بعضھم انه نائم وقال بعضھم ان العین نائمة والقلب یقظان فقالوا: الدار الجنة والداعی محمدﷺ فمن اطاع محمداﷺ فقد اطاع اللہ ومن عصی محمداً ﷺ فقد عصی اللہ عزو جل و محمد فرق بین الناس. (صحیح بخاری ' کتاب الاعتصام)

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ : نبی کریم ﷺ کی خدمت میں چند فرشتے حاضر ہوئے اس وقت آپ سو رہے تھے۔ ان میں سے کسی نے کہا کہ آپ ﷺ سو رہے ہیں' ایک فرشتہ نے کہا کہ آنکھ سوتی ہے مگر دل جاگتا ہے' پھر کہنے لگے تمھارے اس بزرگ ہستی کے لیے ایک مثال ہے' اس مثال کو بیان کرو' اس پر کسی نے کہا کہ وہ سوتے ہیں کسی نے کہا کہ آنکھ سوتی ہے مگر دل جاگتا ہے' پھر وہ کہنے لگے ان کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے مکان بنایا اور اس میں دعوت کا انتظام کیا پھر ایک بلانے والے کو بھیجا (تاکہ لوگوں کو مدعو کرے) جس نے اس بلانے والی کی بات مان لی وہ اس مکان میں بھی آگیا اور دعوت کا کھانا بھی کھایا' اور جس نے دعوت کے لیے بلانے والے کی نہ مانی اور اس کی دعوت قبول نہ کی وہ گھر میں بھی داخل نہ ہوا اور اس نے کھانا بھی نہ کھایا' پھر وہ کہنے لگے کہ اس مثال کا مطلب بیان کرو تاکہ وہ مثال سمجھ میں آجائے تو ان میں سے بعض نے کہا وہ سوئے ہوئے ہیں اور بعض نے کہا آنکھ سوئی ہوئی ہے مگر دل جاگ رہا ہے' پھر انہوں نے مثال کا مطلب یہ بتایا کہ یہ گھر جنت ہے اور داعی (بلانے والے) محمد ﷺ ہیں۔ جس نے محمد ﷺ کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اور جس نے محمد ﷺ کی نافرمانی کی اس نے اللہ بزرگ و برتر کی نافرمانی کی۔ محمد ﷺ لوگوں میں سے نیک و بد کو الگ الگ کرنے والے ہیں۔

مفہوم :

۱۔ اس مثال میں یہ ذہن نشین کرانا مقصود ہے کہ فوز و فلاح اور کامیابی کا راز صرف نبیؑ کی پیروی میں مضمر ہے۔

۲۔ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا ایک اہم مقصد یہ بھی ہے کہ وہ نیک وبد، مومن و کافر، فرمان بردار و نافرمان کے گروہ کو علیحدہ علیحدہ کر دیں۔

نبی اکرمؐ کی انسانیت سے محبت اور خیر خواہی :

۱۰۔ عن ابی هريره قال قال رسول اللهﷺ: انما مثلی ومثل الناس كمثل رجل استو قد نارا فلما اضاءت ماحوله جعل الفراش وهذه الدواب التی تقع فی النار يقعن فيها فجعل ينزعهن ويغلبنه فيقتحمن فيها فانا اخذ بحجزكم عن النار وهم يقتحمون فيها هذه رواية البخاری و لمسلم نحو ها وقال فی آخرها قال فذالك مثلی ومثلكم أنا اخذ بحجزكم عن النار هلم عن النار هلم عن النار فتغلبونی تقحمون فيها. (بخاری، مسلم: كتاب الرقاق)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ آنحضرت ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: میری مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ روشن کی، جب اس نے ارد گرد کو خوب روشن کر دیا تو پروانے اور یہ کیڑے جو آگ پر گرا کرتے ہیں، اس پر گرنے لگے اور وہ ہے کہ انہیں روک رہا ہے، یہ ہیں کہ اسے عاجز کرتے اس میں گھسے جا رہے ہیں، اسی طرح میں بھی تمہاری کمر پکڑ پکڑ کر تمھیں دوزخ سے بچا رہا ہوں اور تم ہو کہ اس میں گھسے جاتے ہو۔ یہ روایت بخاری کی ہے اور مسلم نے بھی اس کے ہم معنی روایت کی ہے۔ اس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں کہ میری اور تمہاری مثال یہ ہے کہ میں تمہاری کمر پکڑے ہوئے کہہ رہا ہوں کہ دوزخ سے بچو، دوزخ سے بچو، تم مجھے عاجز کر کے اس میں گھسے جاتے ہو۔

مفہوم :

۱۔ رحمۃ للعالمین اور محسن انسانیت ﷺ کی انسانیت سے انتہائی محبت و خیر خواہی اور اپنے مشن سے لگن اور نادان و بدبخت انسانوں کی نادانی اور بدبختی کا جو نقشہ اس حدیث نبوی میں پیش کیا گیا اس سے بہتر اور مؤثر انداز میں پیش کرنا قریب قریب ناممکن ہے۔

۲۔ جس طرح پروانہ اپنے انجام سے بے پروا ہو کر بے خبری میں آگ میں گر کر اپنی جان گنوا دیتا ہے اسی طرح آج کا مادہ پرست اور اپنے خالق اور حقیقی مالک و معبود سے غافل اور بے خبر انسان اس مادی

دنیا کے لیے اس قدر جنون میں مبتلا ہے کہ وہ آخرت کے انجام سے بالکل بے خبر ہے۔

۳۔ ہر مسلمان داعی الی اللہ ہے اس پر لازم ہے کہ ان سعید روحوں تک اسلام کا پیغام پہنچانے کا فریضہ سر انجام دے جو نہ معلوم حق کی تلاش میں کتنی مدت سے سرگرداں ہیں اور محض بے خبری میں اسلام کی دشمن بنی ہوئی ہیں۔

نبی ﷺ سے کس قدر محبت ہونی چاہیے :

۱۱۔ **عن عبداللہ ابن هشام قال كنا مع النبیﷺ وهو آخذ بيد عمر بن الخطاب فقال له عمر يا رسول الله لأنت يا رسول الله احب الي من كل شئ الانفسي' فقال: لا والذى نفسي بيده حتى اكون أحب اليك من نفسك' فقال عمر: فانك الآن والله احب الي من نفسي' فقال الآن يا عمر .**

(صحيح بخاری: كتاب الايمان)

عبداللہ بن ہشام بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ تھے' آپ ﷺ عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے ہوئے تھے' عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ سے عرض کیا : یارسول اللہ ﷺ ! آپ مجھے اپنی جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں' آپ نے فرمایا! نہیں اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے جب تک تم کو میں اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں (تم مومن کامل نہیں ہو سکتے)۔ عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! اچھا اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی زیادہ عزیز ہو گئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عمر! اب تم نے صحیح کہا ہے (اور تمہارا ایمان مکمل ہو گیا ہے)

مفہوم :

۱۔ بسا اوقات اپنی جان اور رشتوں سے محبت اسلام کی خاطر قربانی کے لیے سد راہ بن جاتی ہے' یہ حدیث بتلاتی ہے کہ اگر ایسا موقع آجائے تو ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ یہ قربانیاں کر گزرنی چاہئیں اور یہ مومن کے دعویٰ ایمان کی سخت ترین کسوٹی ہے۔ اس پر پورا اترنے والا اپنے کامل مومن ہونے کا ثبوت فراہم کر دیتا ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ اس کے رسول کی محبت کے ساتھ اپنے نفس سے محبت یا اللہ تعالیٰ کے دشمنوں سے محبت کو کبھی نہیں نبھایا جا سکتا' اسلام یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ اور رسول کی محبت اور رضا کی خاطر سب کچھ قربان کر دودینے پر تیار ہو۔

خلاصہ

نبوت کی ضرورت :

دنیا میں انسان کے لیے فکر و عمل کے بہت سے مختلف راستے ممکن ہیں اور عملاً موجود ہیں۔ ظاہر ہے کہ یہ سارے راستے بیک وقت تو حق نہیں ہو سکتے' سچائی تو ایک ہی ہے اور صحیح طریقہ حیات وہی ہے جو صحیح نظریہ حیات پر مبنی ہو' اس نظریے اور صحیح راہ سے واقف ہونا ہی انسان کی سب سے بڑی اور بنیادی ضرورت ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے انسان کی جسمانی زندگی کی ایک ایک ضرورت کو پورا کرنے کا اتنے بڑے پیمانے پر انتظام کیا ہے اسی طرح اس نے انسان کی روحانی زندگی کی اس سب سے بڑی ضرورت ہدایت ورہنمائی کو نبوت اور رسالت کے ذریعہ پورا کیا ہے۔

نبوت ورسالت کی شرعی حقیقت :

نبوت در حقیقت اللہ تعالیٰ کی جانب سے سفارت' نمائندگی اور پیغام رسانی ہے۔ سفیر اور نمائندہ وہ ہوتا ہے جو بادشاہ کا پیغام پہنچائے' خود بھی اس پیغام پر کاربند رہے اور دوسروں کو بھی اس کا پابند بنانے کی کوشش کرے۔

پیغمبر پر ایمان اور اس کی اطاعت :

چونکہ پیغمبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجا ہوا ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کا یہ حکم ہے کہ اس پر ایمان لاؤ اور اس کی اطاعت کرو' اب جو کوئی پیغمبر پر ایمان نہیں لاتا وہ اللہ تعالیٰ کے خلاف بغاوت کرتا ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام کے برحق ہونے پر ایمان :

چونکہ حضرت آدمؑ سے لے کر نبی اکرم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ تک جتنے انبیاء کرام بھی تشریف لائے ہیں وہ سب کے سب اللہ تعالیٰ کے نمائندے اور سفیر تھے' وہ انسانیت کی ہدایت اور رہنمائی کے لیے مختلف اوقات

میں مختلف قوموں کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اس لیے بلا تفریق ان سب کے برحق اور نبی ہونے پر ایمان لانا ضروری ہے۔

انبیاء کی مشترک دعوت اور ان کی تعلیمات کے ساتھ ان کے پیروکاروں کا رویہ :

ہر جگہ ہر دور اور ہر قوم میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والے پیغمبروں اور رہبروں نے انسانوں کے سامنے ایک ہی دعوت پیش کی جو یہ تھی "**يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ**" اے میری قوم کے لوگو' اللہ کی بندگی کرو' جس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں ہے۔

تمام انبیاء علیہم السلام نے اللہ تعالیٰ کو اپنا معبود ماننے اور اللہ کا حقیقی بندہ بننے پر زور اس لیے صرف کیا کہ وہ اسی طرز عمل پر زندگی کے تمام مسائل کا حل موقوف سمجھتے تھے نیز تمام انبیاء علیہم السلام نے اپنی زندگی ان جھوٹے خداؤں کی خدائی ختم کرنے میں صرف کر دی جنہیں انسان نے **اللہ وحدہ لا شریك** کو چھوڑ کر اپنا لیا تھا' لیکن ہمیشہ یہی ہوتا رہا کہ ان کے بعد ان کے پیروکاروں نے جاہلانہ عقیدت کی بناء پر خود انبیاء علیہم السلام کو اللہ سبحانہ و تعالیٰ کی عبادت اور بندگی میں دوسروں کو شریک بنالیا' ان کی تعلیمات کو مسخ کر ڈالا' ان کی لائی ہوئی کتابوں میں تحریف کی اور خود ان کی شخصیتوں کو اپنی من پسندی کا کھلونا بنا کر اس کو الوہیت اور عبادت کا رنگ دے دیا۔

حضرت محمد ﷺ کی دعوت و تعلیمات کا امتیازی مقام :

قرآن پاک دین و شریعت کی اساس ہے لیکن اس کا کام صرف اصول بتانا ہے تشریح و تفصیل حدیث و سنت کا وظیفہ ہے۔

ہر شخص جانتا ہے کہ قرآن کریم امت کو بلاواسطہ رسول نہیں دیا گیا تھا بلکہ اس کے نزول سے پہلے ایک برگزیدہ رسول کو دنیا میں بھیج کر ان پر قرآن نازل کیا گیا' اور یہ صرف اس لیے کیا گیا تاکہ لوگ اپنے طور پر نہیں بلکہ صرف رسول کے بیان اور تشریح کی روشنی میں اللہ کی اس کتاب کو سمجھیں' چنانچہ قرآن پاک میں ہی ارشاد ہوا :

"وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (النحل ۱۶ : ۴۴)" "اور اب یہ ذکر تم پر نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اس تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو ان کے لیے اتاری گئی ہے' اور تاکہ لوگ (خود بھی) غور و فکر کریں" اور پھر قرآن ہی کے ذریعہ رسول کے فرائض اور ان کے منصب سے دنیا والوں کو آگاہ کیا

گیا کہ یہی رسول تمہیں قرآن مجید کے کلمات اور آیات سنائیں گے اور یہی تمہیں اس کے مطالب و معانی اور رموز و حکم بھی بتائیں گے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے : "هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ" (الجمعہ ۶۲ : ۲) "وہی ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود انہی میں سے اٹھایا جو انہیں اس کی آیات سناتا ہے ان کی زندگی سنوارتا ہے اور ان کو کتاب و حکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ کھلی گمراہی میں پڑے ہوئے تھے" جب قرآن ہی سے یہ معلوم ہوا کہ رسول اکرمؐ کے فرائض رسالت میں جس طرح الفاظ و کلمات قرآن کی تلاوت و تبلیغ ہے اسی طرح اس کے معانی کا بیان بھی فرائض رسالت میں داخل ہے' تو لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ جس طرح متن قرآن حجت ہے اسی طرح اس کی تشریحات بھی حجت اور واجب العمل ہیں ورنہ تعلیم کتاب کو فرائض رسالت میں شامل کرنا بے معنی ہوگا۔

جب قرآن پاک سے آپ کا معلم اور شارح ہونا ثابت ہو چکا تو جو شخص آپؐ کی رسالت پر ایمان رکھتا ہے وہ جس طرح اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ آپؐ نے متن قرآن کی تلاوت و تبلیغ فرمائی اسی طرح اس سے بھی انکار نہیں کر سکتا کہ آپؐ نے قرآن کی تعلیم و شرح فرمائی ہے۔

قرآن مجید کی عملی تشریح :

آپؐ نے اپنے فعل و عمل سے بھی قرآن پر عمل کرنے کا طریقہ سکھایا اور جس بات کا حکم دیا گیا اس کا عملی نقشہ بھی آنکھوں کے سامنے آگیا مثلاً قرآن پاک میں نماز قائم کرنے کا حکم نازل ہوا اور اس کے بعض ارکان مثلاً قیام' رکوع' سجود کا ذکر بھی کیا گیا لیکن نماز کو ایک ترکیب اور طریقہ سے پڑھنے کی شکل نبیؐ کے عمل سے متعین ہوتی ہے۔ اسی طرح زکوۃ' حج اور دیگر عبادات کی تفصیلات آپؐ ہی کے قول یا عمل سے ملتی ہیں۔

قرآن مجید کی قولی تشریح :

آپؐ نے اپنے قول سے بھی قرآن پر عمل کرنے کا طریقہ سکھایا مثلاً نماز قائم کرنے کی عملی تشریح کے علاوہ آپؐ کے متعدد ارشادات جن میں نماز کی تفصیلی احکام موجود ہیں۔ احادیث نبویہ کا اکثر حصہ اسی قسم میں داخل ہے۔

تعلیم حکمت :

قرآن حکیم نے تعلیم کتاب کے ساتھ تعلیم حکمت کو بھی نبی کا ایک فریضہ بتایا ہے' حکمت در حقیقت آپؐ کی سنت ہی کا دوسرا نام ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی نازل ہوئی ہے جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے : " وَأَنزَلَ اللَّهُ عَلَيْكَ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا "(النساء ۴ : ۱۱۳)
"اللہ نے تم پر کتاب اور حکمت نازل کی ہے اور تم کو وہ کچھ بتایا ہے جو تمہیں معلوم نہ تھا اور اس کا فضل تم پر بہت ہے"
معلوم ہوا کہ سنت بھی وحی الٰہی کی ایک قسم ہے۔ اس لیے جس طرح قرآن مجید پر ایمان لانا ضروری ہے اسی طرح نبیؐ کی تعلیمات پر عمل کرنا بھی اتنا ہی ضروری ہے۔

اتباع واطاعت رسول :

جو لوگ اسلام قبول کر لیں اور امت مسلمہ میں داخل ہو جائیں ان کے لیے رسول کی حیثیت محض پیغام پہنچا دینے والے کی نہیں ہے بلکہ رسول ان کے لیے معلم و مربی بھی ہے' اسلامی زندگی کا نمونہ بھی ہے اور ایسا رہبر ہے جس کی اطاعت بے چون و چرا اس کی جانی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے ساتھ رسول کی اطاعت کو لازم ٹھہرایا ہے اور متعدد مقامات پر "**اطیعوا اللہ**" کے ساتھ "**اطیعو الرسول**" کا ذکر ہے۔

آپ ﷺ کا منصب بحیثیت معلم : پیغام الٰہی کی تعلیم اور اس کے قوانین کی تشریح و توضیح کرنا۔

آپ ﷺ کا منصب بحیثیت مربی : قرآنی تعلیمات اور قوانین کے مطابق مسلمانوں کی تربیت کرنا اور ان کی زندگیاں اسی سانچے میں ڈھالنا۔

آپ کا منصب بحیثیت قابل تقلید نمونہ : اس حیثیت سے آپ کا کام یہ ہے خود قرآنی تعلیم کا عملی مجسمہ بن کر دکھائیں۔

نبی اکرم ﷺ کی اطاعت خدا کے حکم کے تحت ہے : اسلام میں کسی کی اطاعت بحیثیت انسان ہونے کے نہیں ہے بلکہ نبی کی اطاعت ہے تو اس بناء پر ہے کہ اللہ کی طرف سے نبی ﷺ کی

اطاعت کا حکم دیا گیا ہے۔

ختم نبوت :

محمد ﷺ تمام نوع انسان کے لیے خدا کے پیغمبر ہیں' ان پر پیغمبری کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے' اب اسلام کا سچا اور سیدھا راستہ معلوم کرنے کا کوئی ذریعہ محمد ﷺ کی تعلیم اور قرآن مجید کے سوا نہیں ہے۔ اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ :

۱۔ حضرت محمد ﷺ کی تعلیم اور ہدایت زندہ شکل میں قرآن و سنت کی صورت میں ہمارے پاس محفوظ ہے۔

۲۔ آنحضور ﷺ کے ذریعہ اسلام کی مکمل تعلیم دی جا چکی ہے' اب اس میں کسی قسم کا نقص باقی نہیں رہ گیا جس کے لیے کسی نبی کے آنے کی حاجت ہو۔

۳۔ آنحضرت ﷺ کسی خاص قوم کے لیے نہیں بلکہ تمام انسانیت کے لیے رسول بنا کر بھیجے گئے ہیں۔

فہرست مراجع

یونٹ نمبر2

۱۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، دارالفکر، بیروت

۲۔ محمد بدر عالم، ترجمان السنۃ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی

۳۔ ترمذی، محمد بن عیسیٰ، سنن ترمذی، مکتبہ مصطفیٰ البابی الحلبی، قاہرہ ۱۹۳۷

۴۔ مودودی، سید ابوالاعلیٰ، تفہیم الاحادیث، ادارہ معارف اسلامی منصورہ، لاہور

۵۔ ندوی، جلیل احسن، سفینہ نجات، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور

۶۔ ندوی، جلیل احسن، راہ عمل، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور

۷۔ ندوی، جلیل احسن، زادراہ، اسلامک پبلی کیشنز، لاہور

۸۔ نعمانی، مولانا محمد منظور، معارف الحدیث، دارالاشاعت، کراچی

۹۔ نووی، محی الدین ابو زکریا بن شرف، ریاض الصالحین، مکتبہ مدنیہ لاہور